شریعت بل: مسیحی ردِ عمل

اسلامی جمہوری اتحاد اکتوبر ۱۹۹۰ء کے انتخابات کے نتیجے میں برسرِ اقتدار آیا۔ اتحاد کی نوجماعتوں میں بعض وہ جماعتیں بھی شامل ہیں جنہوں نے قاضی عبداللطیف اور مولانا سمیع الحق کے پرائیویٹ شریعت بل کے حق میں مہم چلائی تھی۔ یہ بل ۱۳ جولائی ۱۹۸۵ء کو سینیٹ میں پیش کیا گیا تھا جو مختلف مرحلوں سے گزرتا ہوا ترمیم و اضافہ کے ساتھ پانچ سال بعد ۲۳ مئی ۱۹۹۰ء کو منظور کر لیا گیا۔ سینیٹ کی منظوری کے بعد نوے دن کے اندر اندر اسے قومی اسمبلی میں پیش کیا جانا ضروری تھا۔ نوے دن کی مدّت ۲۱ اگست ۱۹۹۰ء کو ختم ہو رہی تھی مگر اس سے پہلے ہی قومی اسمبلی توڑ دی گئی۔

اکتوبر ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں اسلامی جمہوری اتحاد نے نفاذِ شریعت کو اپنی ترجیحات میں بنیادی اہمیت دی اور جب ان انتخابات میں کامیابی کے بعد اسلامی جمہوری اتحاد کو اقتدار حاصل ہو گیا تو نفاذِ شریعت کے سلسلے میں "شریعت بل" کو از سر نو پارلیمنٹ میں پیش کرنے کے مطالبات سامنے آنے لگے مگر اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت نے مئی ۱۹۹۰ء میں سینیٹ کے منظور کردہ پرائیویٹ شریعت بل کو من و عن پیش کرنے کے بجائے ایک نیا سرکاری شریعت بل تیار کیا جو ۱۱ مئی کو قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ ۱۶ مئی کو قومی اسمبلی اور ۲۸ مئی کو سینیٹ نے کثرتِ رائے سے شریعت بل منظور کر لیا۔

شریعت بل کے بارے میں مسیحی اقلیت کے اپنے تحفظات رہے ہیں۔ ۸ دسمبر ۱۹۹۰ء کو لاڑکانہ میں وزیراعظم نواز شریف سے ملاقات کے دوران میں کاتھولک اور چرچ آف پاکستان (پروٹسٹنٹ) کے بشپوں نے ایک عرضداشت پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ "یہ بل نظریۂ پاکستان کی روح کے منافی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ اقلیتوں کے بنیادی حقوق ختم کرنے کی کوشش ہے۔" (پندرہ روزہ نقیب کاتھولک-لاہور، ۱۶ تا ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء)

سرکاری حلقوں کی طرف سے بارہا یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ شریعت بل سے غیر مسلم اقلیتوں کے شخصی قوانین متاثر نہیں ہوں گے لیکن آئزک سوشیل کو اس پر اصرار ہے کہ "اقلیتی حلقوں میں یہ خدشات موجود ہیں کہ کسی نہ کسی طرح بالواسطہ یا بلاواسطہ اقلیتی آئینی حقوق ضرور متاثر ہوں گے۔" (شریعت بل اور اقلیتیں، روزنامہ جنگ-راولپنڈی، ۲۹ اپریل ۱۹۹۱ء)

آئزک سوشیل کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ "بانئ پاکستان کے تصور میں پاکستان کو جس طرح کی

ریاست بنانا تھا اس میں اس طرح کے اقدامات کی کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی کیوں کہ وہ تھیوکریٹک سٹیٹ کے قائل نہ تھے۔"

۴ مئی کو نیشنل کونسل آف چرچز نے اپنی ۴۳ ویں کانفرنس میں یہ کہتے ہوئے شریعت بِل کو مسترد کر دیا کہ "اس کا نفاذ اقلیتوں کو دستور میں دیے گئے حقوق کے خاتمے پر منتج ہوگا۔" (روزنامہ ڈان۔ کراچی، ۴ مئی ۱۹۹۱ء) قرارداد میں مزید کہا گیا کہ "شریعت بل کے نفاذ سے عدلیہ کی آزادی اور پارلیمنٹ کی حاکمیت متاثر ہوگی۔"

نیشنل کونسل آف چرچز کے سیکرٹری انتظامیہ جناب یوسف۔ جی۔ سرویا نے اپنی سالانہ رپورٹ میں بتایا کہ کونسل کی درخواست پر حکومت نے شریعت بل، نظر ثانی کے لیے جو کمیٹی تشکیل دی اس میں مسیحی نمائندوں - بشپ ڈاکٹر الیگزینڈر جان ملک، بشپ سیموئل عزراریہ اور ڈاکٹر چارلس امجد علی- نے حکومت کو قابلِ قدر سفارشات پیش کیں۔ (روزنامہ ڈان۔ کراچی، ۴ مئی ۱۹۹۱ء)

قومی اسمبلی میں شریعت بل سے متعلق سلیکٹ کمیٹی میں مسیحی رکنِ اسمبلی جناب سی۔ طارق شامل کیے گئے۔ اور ۱۶ مئی کو اسمبلی کے منظور کردہ شریعت بل میں واضح الفاظ میں کہا گیا کہ:

"اس ایکٹ کا کوئی جزو غیر مسلموں کے پرسنل لاز، مذہبی آزادی، روایات، رسم و رواج اور طرزِ زندگی پر اثر انداز نہیں ہوگا۔"

ڈاکٹر الیگزنڈر جان ملک نے شریعت بل منظور ہونے پر کہا کہ "شریعت بل کی آڑ میں خواتین اور اقلیتوں کے حقوق سلب کر لیے گئے ہیں۔ ... بانئ پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناح نے خواتین اور اقلیتوں کو پاکستان کے دوسرے تمام شہریوں کے برابر حقوق دیے تھے۔ اس لیے اب خواتین اور اقلیتوں کے حقوق کی کٹوتی قیامِ پاکستان کے مقاصد سے ہم آہنگ نہیں ہوسکتی۔"

نیشنل کونسل آف چرچز کے صدر بشپ سیموئل پرویز کا خیال ہے کہ "شریعت بل منظور ہوجانے سے اقلیتیں نہ صرف آئینی طور پر متاثر ہوں گی بلکہ اُن کی مذہبی آزادی اور بنیادی حقوق بھی بری طرح متاثر ہوں گے۔" پاکستان کرسچن نیشنل پارٹی کے سیکرٹری جنرل ایم جوزف فرانسس نے کہا کہ "وفاقی حکومت کی جانب سے شریعت بل کا نفاذ چند ملاؤں کے دباؤ کا نتیجہ ہے۔" (روزنامہ مساوات - لاہور، ۱۸ مئی ۱۹۹۱ء) ایم جوزف فرانسس نے مزید کہا کہ پاکستانی

اقلیتیں شریعت کے خلاف اقوام متحدہ میں اپیل دائر کریں گی۔ اسی طرح ایمنسٹی انٹر نیشنل اور انسانی حقوق سے متعلق دوسرے اداروں کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں گی تاکہ وہ حکومت پاکستان پر دباؤ ڈال سکیں۔ (روزنامہ ڈان - کراچی، ۱۸ مئی ۱۹۹۱ء)

مسیحی سیاسی جماعتوں نے بحیثیت مجموعی قومی اسمبلی میں اپنے نمائندوں پر سخت تنقید کی ہے اور اپنے ہم مذہبوں سے اپیل کی ہے کہ انہیں اسمبلی سے واپس بلانے کے لیے قانونی چارہ جوئی کریں۔ ایک دو سیاسی پارٹیاں تو اس حد تک چلی گئی ہیں کہ انہوں نے اقلیتی ارکانِ اسمبلی کے سماجی بائیکاٹ کا مشورہ دیا ہے۔ (روزنامہ ڈان - کراچی، ۱۸ مئی ۱۹۹۱ء)

۲۳ مئی کو "کل پاکستان غیر مسلم، ماہرین قانون کانفرنس" لاہور میں منعقد ہوئی جس میں اقلیتی راہنماؤں نے وزیر اعظم پاکستان کی موجودگی میں دوسرے مسائل کے ساتھ شریعت بل پر بھی اظہار خیال کیا۔ انہوں نے بل میں اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں شق شامل کرنے پر وزیر اعظم کا شکریہ ادا کیا۔ اُن کے الفاظ میں "ملکی قوانین میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتا گیا... اس کانفرنس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس بل نے نہ تو اقلیتوں کے مذہبی جذبات مجروح کیے اور نہ شہری حقوق کی خلاف ورزی کی۔ شریعت بل کے حوالے سے جو مختلف خدشات اور وسوسے پائے جاتے تھے وہ یکسر بے بنیاد ثابت ہو چکے ہیں "(روزنامہ جنگ-راولپنڈی، ۲۴ مئی ۱۹۹۱ء)۔ بشپ جان جوزف نے کہا کہ اُن کے۔" نزدیک اس کانفرنس کے انعقاد کا خاص مقصد یہ ہے کہ اقلیتوں سے متعلق شریعت کے تحت مستقبل میں وضع کیے جانے والے قوانین بھی انصاف کی روح سے بنائے جائیں گے۔" (پندرہ روزہ نقیب کا تھولک - لاہور یکم تا ۱۵ جون ۱۹۹۱ء) ایم۔ ایل۔ شاہانی نے محتاط لہجے میں کہا کہ "شریعت بل کے اطلاق سے واضح ہوگا کہ شریعت بل کس قدر متاثر کن ہے"۔ (پندرہ روزہ نقیب کاتھولک- لاہور، یکم تا ۱۵ جولائی ۱۹۹۱ء) تاہم وزیر اعظم پاکستان نے کہا کہ "شریعت بل میں آئین کے مطابق اقلیتوں کے حقوق کو پورا تحفظ حاصل ہے... یہ کانفرنس اس بات کا ثبوت ہے کہ اقلیتوں اور ان کے حقوق کے حوالے سے شریعت بل کے بارے میں جو خدشات پیدا کیے جا رہے ہیں، وہ بالکل بے بنیاد ہیں۔" اُنہوں نے مزید کہا کہ "شریعت بل کے ذریعے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی مملکت بنایا جائے جہاں سب کو مساوی حقوق اور روزگار کے یکساں مواقع ملیں۔ قانون کو بالادستی حاصل ہو، لوگوں کو جلد انصاف فراہم کیا جائے اور وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو۔" (روزنامہ جنگ - راولپنڈی، ۲۴ مئی ۱۹۹۱ء)